بسم اللہ الرحمن الرحیم

(ضم العقبين فى السجدة)

ایڑیوں کا سجدہ کی حالت میں ملانا

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تقریر ترمذی شریف میں ہے:

" وفی صحیح ابن حبان عن عائشةَؓ الرصّ بين العقبين فى السجدةِ اى ضمهما واكثر الناس عن هذا غافلون " (العرف الشذی مع الترمذی ص ۶۹ مطبوعہ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

مولانا ظفر احمد تھانویؒ اعلاء السنن (۳/۳۲) میں تحریر فرماتے ہیں :

" و أما سنية الصاق الكعبين فى السجود فيدل عليه حديث عائشةَؓ، وفيه : فوجدته ساجداً راصاً عقبيه اى ملصقاً أحدهما بالآخر .

اور علامہ شامیؒ نے سید ابوالسعود سے نقل کیا ہے :

" والصاق كعبيه فى السجود سنةٌ " (ردالمختار ۱/ ۵۱۵) [۱]

" (ويُسنّ أن يلصق كعبيه) قال السيد أبو السعود : وكذا فى السجود أيضاً " ردالمختار ۱/۳۶۴ رشیدیہ

دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے :

"فقدتُّ رسولَ الله ﷺ وكانَ معى على فراشى فوجدتُه ساجداً راصاً عقبيه

---

[۱] علامہ احمد طحطاویؒ نے بھی اس کو مفتی ابوالسعود سے نقل کیا ہے. دیکھئے طحطاوی علی الدر ۱/۲۲۰ (عتیق)

مستقبلاً بأطراف أصابعه القبلةَ ...“ الحدیث . رواہ ابن حبان (فی صحیحہ) باسناد صحیح . التلخیص الحبیر ۱/۹۸ (اعلاء السنن ۳/۳۰) (وکذا فی صحیح ابن خزیمۃ ۱/۳۲۸) وقال فی الحاشیۃ : اسنادہ صحیح ، والسنن الکبری للبیھقی ۲/۱۱۶ (والتلخیص فی نسختنا ۱/۲۵۶)

اور مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے احسن الفتاوی میں جس حدیث سے تفریج کو مراد لیا ہے اسکا جواب بندہ نے لکھا ہے کہ تفریج سے مراد سجدہ کی حالت میں پیٹ اور ران کے درمیان تفریج ہے، ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ، دونوں الگ الگ معنی بتارہی ہیں. دیکھئے ہماری تحریر (جو آئندہ آرہی ہے)

فتاوی محمودیہ (۱۴/۱۹۸) میں بھی ایڑیوں کے ملانے کو کم از کم مستحب بتایا ہے اور لکھا ہے کہ پنجوں میں کچھ فصل ہوگا اھ ۔ اور مجھے ایک مفتی صاحب نے بتایا کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ بھی سجدہ میں ایڑیوں کو ملاتے تھے، یہ مفتی صاحب حضرتؒ کے خلیفہ بھی ہیں.

فضل الرحمٰن اعظمی آزادول

۲۳/ربیع الاول ۱۴۲۳ھ ۶/۵/۲۰۰۲ء بدھ

احسن الفتاوی کے جواب پر تبصرہ

الجواب و اللہ ھو الموفق للصواب :

صحیح ابن حبان کی جس روایت کا ذکر العرف الشذی ۱/ ۶۹ اور التلخیص الحبیر ۱/۲۵۶ میں ہے وہ صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۲۸ میں بھی انہی لفظوں کے ساتھ مذکور ہے، ابن خزیمہ نے اس حدیث کو باب ضم العقبین فی السجود کے تحت ذکر کیا ہے، میں نے وہیں سے اسکو نقل کیا ہے، یہ جان کر خوشی ہوئی کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس سنت کی طرف توجہ دلائی ہے. فالحمد للہ علی ذلک .

اس حدیث کے خلاف کوئی صریح حدیث نہیں ہے اسلئے ہمارے خیال میں ضم العقبین کے ظاہر ہی پرعمل کرنا چاہئے، کسی تاویل کی ضرورت نہیں، فقہ کی کتابوں میں اس کا ذکر نہ ہونا عمل سے روکنے یا تاویل کرنے کیلئے کافی نہیں، (دیکھئے شاہ ولی اللہؒ کا قول ص ۱۰ پر)

اعلاء السنن (۳/ ۳۲) میں ہے : **وأما الصاق الكعبين في السجود فيدلّ عليه حديث عائشة** ؓ، دیکھئے مولانا ظفر عثمانیؒ نے اسکی تاویل نہیں کی بلکہ شامی سے مفتی ابو السعود کا قول نقل کیا : **والصاق كعبيه في السجود سنة** اھ .

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براءؓ کی حدیث میں لفظ فتفاجّ کو (جس کی تفسیر حافظ ابن حجرؒ نے وسّع بین رجلیہ سے کی ہے) حضرت عائشہؓ کی حدیث کے معارض سمجھا، یہ سمجھنا ہمارے خیال میں صحیح نہیں : اولاً تو اسلئے کہ حافظ نے حضرت براء کی حدیث کو "التلخیص" میں تفریج بین الرکبتین کی دلیل میں پیش کیا ہے، جیسے ابوحمید ساعدی کی حدیث جس میں **اذا سجد فرّج بين فخذيه** کا لفظ ہے، اور ضم فخذین کا مسئلہ ضم عقبین سے الگ ہے، یہ دونوں دو مسئلے ہیں، ابن خزیمہ نے دونوں کیلئے الگ الگ باب قائم کیا ہے، اور دونوں میں الگ الگ حدیثیں ذکر کی ہیں .

ثانیاً حافظ نے جو معنی لئے ہیں وہ متعین نہیں بلکہ فتفاجّ جو فج سے ہے جس کے معنی کشادگی کا ہے وہ تجافی کے قریب قریب ہے، حضرت براء کی ایک دوسری روایت بیہقیؒ نے ذکر کی ہے جس میں **جنح** کا لفظ ہے اس کا مطلب خود بیہقی نے شیخ ابوزکریا العنبری سے یہ نقل کیا ہے :

جنح الرجل في صلوته : اذا مدّ ضبعيه و تجافى في الركوع والسجود . (سنن کبری ۲ / ۱۱۵)

اسی صفحہ میں حضرت جابرؓ کی روایت ان لفظوں سے پیش کی ہے :

اذا سجد تجافى حتى يرى بياض ابطيه اھ یہ مضمون بہت سی حدیثوں میں آیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ﷺ کھل کر سجدہ کرتے تھے کہ بغل کھلی رکھتے اور پیٹ پر ران کو

نہ رکھتے، نیز حافظ نے تلخیص میں حضرت براءؓ سے ایک اور لفظ نقل کیا :**کان اذا سجد بسط کفیه و رفع عجیزته و خوی**، پھر لکھا کہ **رواه ابن خزیمه و النسائی وغیرهما بلفظ:اذا سجد جنح یقال جنح الرجل اذا مدّ ضبعیه**، ان سب الفاظ سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت براءؓ سجدہ نبوی ﷺ کی جو مشہور کیفیت ہے اس کو بیان کررہے ہیں، یعنی بغل کو کھلا رکھنا اور پیٹ اور ران کو جدا رکھنا اس مطلب کی رو سے اس کا ضم عقبین سے کوئی تعارض ہی نہیں.

اسی طرح ابوحمیدؓ کی حدیث **فرّج بین فخذیه** کا مطلب بذل المجہود میں یہی بیان کیا ہے کہ:**باعد بین فخذیه و بطنه** ، اور آگے روایت میں جو یہ لفظ ہے **غیر حامل بطنه علی شیء من فخذیه** ، اسکو اسکی تاکید بتایا ہے پھر اس مطلب کی تائید ابن نجیم صاحب بحرؒ کے قول سے پیش کی . (دیکھئے بذل ۸۶/۲ لیتھو)

لطف یہ ہے کہ بیہقی نے بھی سنن کبری میں تفریج بین الرکبتین کا باب قائم کیا لیکن اسکے ذیل میں صرف ابوحمیدؓ کی حدیث ذکر کی تفریج کے اثبات کیلئے ،حضرت براءؓ کی حدیث نہیں ذکر کی جس سے معلوم ہوا کہ فتفاجّ کا مطلب بیہقیؒ نے وہ نہیں لیا جو حافظ نے لیا بلکہ دوسرا لیا. (سنن کبری ۱۱۵/۲)

الحاصل فتفاجّ کی روایت ضم عقبین کے معارض نہیں اسلئے ضم عقبین کے مسئلہ میں نہ تطبیق کی ضرورت ہے نہ ترجیح کی ،اسلئے مفتی صاحبؒ کا یہ فعل بلا ضرورت ہے .

ضم فخذین: رہا مسئلہ ضم فخذین کا جو ابن خزیمہ اور ابوداود میں ولیضمّ فخذیہ کے لفظ سے مروی ہے تو اسکے معارضہ میں حدیث ابوحمید **فرّج بین فخذیه** وہ لوگ پیش کرینگے جو یہ مطلب لیتے ہیں کہ دونوں رانوں کو آپس میں ملاتے نہیں تھے، بیہقیؒ اور شوکانیؒ نے یہی معنی لئے ہیں.(دیکھئے سنن کبری و بذل)

اور حافظ نے فتفاجّ سے جو سمجھا وہ بھی اسکے معارض ہوگا،اس مسئلہ میں تطبیق یا ترجیح دیجائے تو ان دونوں حدیثوں کے ایک معنی کے لحاظ سے بظاہر تعارض ہونے کی وجہ سے معقول ہوگا،

چنانچہ بیہقی نے سنن کبری میں تفریج کو ترجیح دی ہے اور اسکو نماز کی ہیئت سے زیادہ مشابہ قرار دیا ہے، اور مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے بذل میں بین فخذیہ کا وہ معنی لینا چاہا جو اوپر مذکور ہوا جس کی رو سے تعارض ہی نہیں رہتا، اور حضرت تھانویؒ نے دونوں میں تطبیق دیکر تقریب کا معنی لیا ہے.
(دیکھئے اعلاء السنن ۳ / ۳۲)

میرا بھی اسی طرف رجحان ہے، اسی پر عمل بھی ہے اسلئے کہ دونوں رانوں کو بالکل ملانا بہت مشکل ہے .

تنبیہ : مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے سعایہ میں اصالۃً رکوع میں الصاق کعبین کی تردید فرمائی ہے اور ہم اس میں ان کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں، ضمناً سجدہ میں الصاق کی تردید بھی ہوگئی ہے یہ صحیح ہے، لیکن اس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ ضم عقبین کی حدیث مولانا کی نظر میں نہیں ہے، اسی لئے الصاقِ کعبین فی الرکوع کی تردید میں شیخ ابوالحسن سندھی کا یہ کلام نقل کیا ہے: **ولم یرد فی السنة علی ما وقفنا علیه** (سعایہ ۲/۱۸۱) ، اور خود مولانا نے سجدہ کے بیان کے وقت اس مسئلہ سے تعرض نہیں کیا ہاں سجدہ کے بیان میں ضم فخذین کو سنت بتایا اور ابوداود کی حدیث کا حوالہ دیا: **ولیضم فخذیه.** (دیکھئے سعایہ ۲/۱۹۷) باوجودیکہ اس سنت کو بھی ہمارے فقہاء نے ذکر نہیں کیا، اور مولانا نے اس لفظ ضم کی کوئی تاویل بھی نہیں کی ، اسلئے یہ کہنا صحیح ہے کہ کوئی سنت حدیثِ معتبر سے ثابت ہوتی ہو تو اس پر عمل کریں گے یہ کہہ کر اسے چھوڑ نہیں دینگے کہ ہماری فقہ کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں ، اسلئے علامہ انور شاہ کشمیریؒ جنکی نظر حدیث وفقہ پر بہت وسیع و عمیق ہے ضم عقبین کی طرف توجہ دلا رہے ہیں .

اسی طرح کوئی عمل فقہ کی کتابوں میں سنت بتایا گیا لیکن حدیث میں اس کا ذکر کہیں نہیں ملا تو اسکو سنت نہیں سمجھیں گے جیسا کہ الصاقِ کعبین فی الرکوع کے ساتھ ہمارے اکابر نے کیا باوجودیکہ اس کو کبیری شرح منیۃ المصلی اور درمختار میں سنت بتایا لیکن ہمارے محققین نے اس کے سنت نہ ہونے کو ترجیح دی جیسا کہ سعایہ (۲/۱۸۲) سے ظاہر ہے، اگر ضم عقبین کی حدیث ان کے

سامنے ہوتی تو کبھی وہ اس کی تردید نہ کرتے. واللہ اعلم

مفتی رشید احمد صاحبؒ کی چند باتوں کا جواب :

قولہ : رص بین العقبین کو تقریب پر محمول کریں گے جیسا کہ طحاوی نے ضم الکفین فی الدعاء کو تقریب پر محمول کیا. (احسن الفتاوی ۴۹/۳)

جواب : رص اور ضم میں لغۃً فرق ہے، کأنهم بنیان مرصوص سے ظاہر ہے کہ رص بالکل ایک دوسرے سے مل جانے کو کہتے ہیں، برخلاف ضم کے کہ وہ قرب پر بھی بولا جاتا ہے.

قولہ :استقبال قبلہ اور نصب القدمین یہ دونوں رص کے ساتھ علی وجہ الکمال نہیں ہوسکتے (معنی).

جواب : یہ نصِ حدیث کے خلاف ہے، حضرت عائشہؓ رص اور استقبال دونوں لفظ بول رہی ہیں جو کچھ حضرت ﷺ نے کیا وہی ہمارے لئے سنت ہے، ہم نے عملاً کرکے دیکھ لیا ہے کہ یہ تینوں کام مکمل ہوسکتے ہیں ، من شاء فلینظرنا .

قولہ :بلاضرورت پاؤں کو حرکت دینے کی قباحت ہے.

جواب : بلاضرورت نہیں ، سنت کی ادئیگی کیلئے ہے ، جیسے ہاتھ کی انگلیوں کو سجدہ میں ملانا سنت ہے باوجودیکہ رکوع میں پھیلانا سنت تھا، اس میں حرکت کو کون منع کرتا ہے؟

وتر میں قنوت سے پہلے احناف رفعِ یدین کی حرکت کرتے ہیں، عیدین میں کرتے ہیں، بین السجدتین بائیں پاؤں کو پھیلاتے ہیں اس پر بیٹھتے ہیں، کیوں نہیں ابن عباسؓ کی حدیث پر عمل کرتے جس میں عقبین پر بیٹھنا آیا ہے، اس میں حرکت نہیں ہوگی، اور جیسا کہ شہادت کی انگلی شہادت کے وقت اٹھانا، بعض لوگوں نے مفتی صاحبؒ والی علت کی وجہ سے اس اشارہ سے انکار کیا تو محققین نے حدیث پیش کرکے تردید کی. فتدبر وکن علی بصیرۃ .

اصل میں یہ سب بناء فاسد علی الفاسد ہے، تعارض سمجھ کر ایسا فرمارہے ہیں وھو ممنوع .

قولہ : حدیثِ ثانی سنتِ تجافی کے مطابق ہے .

جواب : حدیثِ ثانی کا حال معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں جو سنتِ تجافی بیان ہوئی ہے وہ ضم عقبین کے ساتھ حاصل ہے، اور اگر حافظ کا مطلب لیجئے یعنی تفریج بین الرکبتین او الفخذ ین تو یہ بھی ضم عقبین کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔

حاصل یہ کہ اس مسئلہ میں نہ تطبیق کی ضرورت ہے نہ ترجیح کی، اسلئے کہ روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا ظفر صاحب عثمانیؒ اور مفتی ابوالسعودؒ کے فرمانے کے مطابق اس سنت پر عمل کرنا چاہئے۔

البتہ ضم فخذ ین کے مسئلہ میں من وجہ دلائل میں ظاہری تعارض اور فی نفسہ حقیقی ضم کے مشکل ہونے کی وجہ سے تقریب پر عمل کریں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

فضل الرحمٰن اعظمی

۲/ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ ۲/مئی ۱۹۹۵ء منگل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امداد الاحکام کے فتوی کا جواب

رکوع میں الصاق رِجلین سنت ہے یا نہیں : سوال(۱۶): باسمہ تعالی ، أیها العلماء العاملون و الفضلاء الکاملون ماتقولون فی الصاق رجل کعبیه فی الرکوع والسجود أیُعدّ هو من سنن الصلوة أم لا و بأی حدیث صحیحٍ ثابتٌ هو ؟ و مَن القائل به من الائمة المعتبرین و کثیر من علماء هذا الزمان ینکرون سنیة ذلک و منهم صاحب السعایة وغیره .

بینوا بالتحقیق و توجروا علی الیقین و نحن نرید أن نطبع فتویکم .

الجواب : لم نجد حدیثاً صریحاً فی سنیة هذا الالصاق فی الرکوع و

السجود (۱) ، و لم يذكره (۲) من فقهائنا الا صاحب الدر و شارح المنية و من تبعها وهم قليل ولم يتعرض له القدورى ولاصاحب الكنز والوقاية وغيرهم من أصحاب المتون المعتبرة الناقلين لظاهر الرواية ، و فى ترجيح الراجح لشيخنا : و قال العلامة عبد الحى اللكهنوىؒ فى السعاية أن قدوة القائلين بسنية الالصاق من الحنفية هو الزاهدى و هو وان كان اماماً جليلا فى الفقه لكنه مشهور بنقل الروايات الضعيفة صرح به ابن عابدين فى تنقيح الفتاوى الحامدية ، و فى الفوائد البهية أنه كان معتزلى العقائد حنفى الفروع (النور ١٦ متعلق شعبان ١٣٤٢ھ)

وكلام الطحاوى فى (شرح) معانى الآثار يفيد أن الالصاق ليس مشروعاً فى شيء من الأعضاء فى الركوع ولا فى السجود (للرجال) (۳) بل المشروع

الرد على الجواب المذكور

(۱) ـ قال العبد الضعيف و بالله التوفيق :أما فى ضم العقبين فى السجود فالحديث صحيح و صريح موجود فى صحيح ابن خزيمة و ابن حبان و صححه الحافظ فى التلخيص و صححه الحاكم و وافقه الذهبى وبوّب البيهقى على هذا الحديث لنفس المسئلة وقال الشيخ ظفر العثمانى نفسه فى اعلاء السنن (۳/ ۳۲) : يدلّ على هذه السنة حديث عائشة. هذا. نعم لم يذكره الفقهاء الابعضهم وليس فى الفقه تصريح لتفريج القدمين فى السجود فيعمل بهذه السنة كما يعمل بسنية ضم أصابع اليدين فى السجود وعبارة الطحاوى لا تعارض سنية الصاق العقبين كما لا تعارض سنية ضم أصابع اليدين فى السجود .

(۲) ـ أى الصاق الكعبين فى الركوع لاضم العقبين فى السجود ، فان المسئلة الأولى مذكورة فى الكتب المذكورة لا الثانية فافهم ، والفتوى الثانى فى الأردية يدل عليه .فضل

(۳)ـ هذا القيد ليس فى كلام الطحاوى فكيف زيد بدليل آخر؟ فكذا يستثنى ضم العقبين للحديث الصحيح . فضل

عکسه أی التجافی بینهما قال الطحاوی فی بحث التطبیق : ثم التمسنا حکم ذلک من طریق النظر کیف هو؟ فرأینا التطبیق فیه التقاء الیدین و رأینا وضع الیدین علی الرکبتین فیه تفریقهما فأردنا أن ننظر فی حکم أشکال ذلک فی الصلوة کیف هو، فرأینا السنة جاء ت عن النبی ﷺ بالتجافی فی الرکوع و السجود (۱) وأجمع المسلمون علی ذلک فکان ذلک من تفریق الأعضاء وکان من قام فی الصلوة أمر أن یراوح بین قدمیه .

وقد روی ذلک عن ابن مسعودؓ وهو الذی روی التطبیق فلما رأینا تفریق الأعضاء فی هذا بعضها من بعض أولی من الالصاق بعضها من بعض و اختلفوا فی الصاقها و تفریقها فی الرکوع کان النظر علی ذلک أن یکون ما اختلفوا فیه ذلک معطوفاً علی ما أجمعوا علیه منه فیکون کما کان التفریق فیماذکرنا أفضل یکون فی سائر الأعضاء کذلک ... آه (ص ۱۳۵ و ۱۳۶ ج ۱ (وفی نسخة جدیدة ص۱٦۵) و بعد ذلک فلا حاجةَ الی اقامة الدلیل علی سنیة هذا الالصاق اذا ثبت ضعف نقله فی المذهب و نص الطحاوی علی سنیة التجافی بین الأعضاء فی الرکوع و السجود جمیعاً . واللّٰه تعالی أعلم .

(امداد الاحکام ۴۷۸/۱)

---

(۱) ۔ هذا التجافی مصرّح به فی الأحادیث بین البطن والفخذ و بین الضبع والعضد و بین الجنب و الابط و لم یجمع المسلمون الا علی ذلک ، لیس فیه ذکر للعقبین و لا لأصابع الیدین فی السجود فلا تعلق لعبارة الطحاوی بهذه المسئلة ، و یقال فی الصاق الکعبین فی الرکوع أنه لم یثبت بدلیل شرعی فلا یقال به . واللّٰه اعلم . فضل الرحمن

حالت رکوع میں الصاقِ کعب کی تحقیق

سوال : الصاق کعب بالکعب فی الصلوۃ عند الرکوع و السجود للرجل خاصۃ سنت لکھتے ہیں، حاشیہ طحطاوی (۱/۳۱۳)، شامی (۱/۳۳۴)، مبسوط (۱/۹)، بحر الرائق (۱/۳۱۵)، ملتقی الأبحر مع مجمع الأنھر (۱/۹۶)، کبیری (۳۰۷)، درمختار (۳۷) حاشیہ مالا بد منہ اور جناب نے بہشتی زیور میں الصاق کو عورتوں کیلئے تحریر فرمایا ہے، اور ہمارے بزرگوں کا عملدر آمد بھی اسی پر ہے، مگر کتب مذکورہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب کی تحقیق کے خلاف ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور صحیح کیا ہے ؟

الجواب : الصاق الکعب بالکعب فی الرکوع کا رجال کیلئے مسنون ہونا تو محل کلام ہے، یہ صرف زاہدی کی روایت ہے اور وہ نقل میں ضعیف ہے، بحالت تفرد اس کی روایت معتبر نہیں اور سب متون وشرح میں زاہدی ہی کی اتباع سے اس الصاق کو مسنون کہا گیا ہے، صرح بہ الشیخ مدظلہ فی ترجیح الراجح المطبوعہ مسلسلا فی رسالۃ النورص ١٦ شعبان ۴۲ھ، بلکہ طحاوی کی (شرح) معانی الآثار ص ۱۳۴ سے رکوع وسجود میں تجافی (۱) کا مسنون ہونا اور الصاق کا مسنون نہ ہونا

---

(۱)۔ حدیثوں میں جو آیا ہے وہی مسنون ہوگا حدیثوں میں جو تجافی ہے وہ بازو اور بغل کی ہے، اسی طرح پیٹ اور ران کی ہے نہ کہ پاؤں اور ہاتھ کی کما ھو ظاھر، اس کا سجدہ سے کوئی تعلق نہیں، ابن خزیمہ میں ضم الفخذین بھی آیا ہے لیکن چونکہ یہ عادۃ محال ہے اسلئے حکیم الامتؒ نے اسکو تقریب پر محمول کیا حدیث کو رد نہیں کیا اگر چہ فقہ میں اسکا ذکر نہیں، اسلئے کہ حدیث کو رد کرنا فقہ میں یہ مسئلہ مذکور نہ ہونے کی وجہ سے ادب کے خلاف ہے، مگر ایڑیوں کا ملانا بالکل آسان ہے اسلئے اس میں کوئی تاویل کی ضرورت نہیں، خصوصا جبکہ ہمارے بعض فقہاء اور علماء دیوبند نے اسکی تصریح کردی ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ان دونوں باتوں میں فرق نہیں کرتے : **لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب اور ظاھر المذھب أنھا لیست ، و مفاسد الجھل والتعصب أکثر من أن تحصی . اھ** (حجۃ اللہ البالغہ ۲/۱۱ ومعارف السنن ۳/۱۰۲)

مصرح ہے، باقی عورتوں کے لئے بلحاظ ستر بہشتی زیور میں اس الصاق کو باقی رکھا گیا، و دلیلـــه ما فی الأشباه من أحکام الأنثی (٣٤٦) : و تضم فی رکوعها و سجودها و لا تفرج أصابعها فی الرکوع .

اس میں تضم فی رکوعها و سجودها مطلق ضم کی مطلوبیت پر دال ہے، جس میں الصاق الکعب بالکعب بھی داخل ہے. واللہ اعلم ۵/ربیع الاول ۴۵ھ (امدادالاحکام ۱/۸۰۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرد علی الشیخ بکر بن عبد اللّٰه أبی زید فی مسئلة :

((ضم العقبین فی السجود))

فی کتابه : لا جدید فی أحکام الصلوة

قال الشیخ المذکور فی کتابه المذکور : مضی فی المسئلة الثالثة سیاق بعض هدی النبی ﷺ فی السجود ، و أری قبل بیان حکم هذا التسنن بضم العقبین فی السجود الاستیعاب ما أمکن لهدی النبی ﷺ فی السجود زیادة فی الخیر ودلالة علی المراد من هدیه العام ﷺ فی سجوده فأ قول :

ثبت من هدی النبی ﷺ فی السجود السجودُ علی سبعة آراب (أعضاء) وهی الوجه ، و الکفان ، و الرکبتان ، و القدمان ....(حتی قال بعد صفحتین) :

ویتعلق بهیئة السجود مسألتان : المسألة الأولی : ضم الفخذین حال السجود :

عن أبى هريرة رضى الله عنه عن رسول الله ﷺ قال : اذا سجد أحدكم فلا يفترش افتراش الكلب و ليضمّ فخذيه . رواه أبو داود فى باب صفة السجود و ابن خزيمة و ترجمه بقوله : باب ضم الفخذين فى السجود و البيهقى تحت هذه الترجمة : باب يفرّج بين رجليه و يقل بطنه عن فخذيه ، و ساق حديث التفريج بين الفخذين ، ثم ذكر حديث أبى هريرة فى ضمهما ، ثم قال بعده : ولعلّ التفريج أشبة بهيئة السجود . والله اعلم . انتهى

وهذه اللفظة " وليضم فخذيه " ضعيفة لضعف درّاج (١) فى سندها فلا تصح (٢) ، و هى مخالفة لما جاء فى حديث أبى حميد الساعدى (٣) . رواه أبو داود وغيره .

قال الشوكانىّ : و الحديث ـ أى حديث أبى حميد الساعدى ـ يدُلُّ على مشروعية التفريج بين الفخذين فى السجود و رفع البطن عنهما و لا خلاف فى ذلك . انتهى (٤)

---

(١) ـ درّاج : وثقه ابن معين (الكاشف للذهبى ٣٨٣/١) ، دراج صدوق (تقريب للحافظ ابن حجرؒ)

(٢) ـ هذا غير صحيح ذكره ابن حبان فى ثقاته و أخرج حديثه فى صحيحه فى مواطن كثيرة فلا أقل من أن يكون حديثه حسنا لأن ابن معين وثقه وقال عثمان الدارمى : صدوق، والجروح مبهمة كلها . فتدبر وكن منصفاً

(٣) ـ قال فى بذل المجهود ٢ / ٨٦ : لا معارضةَ بينهما ، فان معنى قوله : اذا سجد فرّج بين فخذيه أى باعد بين فخذيه و بين بطنه ، ثم أكد بقوله : غير حامل بطنه على شىء من فخذيه .. الخ فانظره ، ثم ردّ على الشوكانى أيضا ٢/٨٦ ، ونقل فى اعلاء السنن أنّ المرادَ من ضم الفخذين تقريبُهما لا الصاقُهما قاله حكيم الامة التهانوىؒ . (اعلاء السنن ٣ / ٣٢)

(٤) ـ فيه نظر انظر بذل المجهود ٢ / ٨٦

المسألة الثانية : **ضم العقبين فی السجود** : هذه المسألة یُترجم لها بـذلک ، لها بذلک وبلفظ : رصّ العقبین فی السجود ، و بلفظ جمع العقبین ، و بلفظ : جمع القدمین

نظرت فی جملة من مشهور کتب المذاهب الفقهیة الأربعة عن وصفٍ لـحـال الـقـدمیـن فـی السـجـود من ضم أو تفریق ، فلم أر فی کتب الحنفیة و المالکیة شیئاً .

و رأیـت فـی کتـب الشـافـعیة و الـحنابلة استحباب التفریق بینهما ، زاد الشافعیة : بمقدار شبر (١)

قـال النوویؒ فی الروضة ١/٢٥٩ : قـلـت قال أصحابنا: و یستحب أن یـفرق بین القدمین . قال القاضی أبو الطیب: قال أصحابنا: یکون بینهما شبر انتهی . وقال الشیرازی فی المهذب : و یفرج بین رجلیه لما روی أبو حمید ... الخ . و ذکر النوویؒ فی المجموع ٣/٣٧٣ نحو قوله فی الروضة .

و عند الحنابلة : قال البرهان ابن مفلحؒ م سنة ٨٨٤ فی المبدع ١/٤٥٧ : و یـفـرق بیـن رکبتیـه و رجـلیه ، لأنه علیه السلام : کا ن اذا سجد فرّج بین فخذیه (٢) و ذکر ابن تـمیمؒ وغیره : أنه یجمع بین عقبیه . انتهی

تحصّل من هذا : أنه لا ذکر لجمع العقبین حال السجود فی شیء من المذاهب الأربعة (٣) وأن نهـایةَ مـا فیهـا ما ذکره ابن مفلح الحنبلی عن ابن

---

(١) ــ ما الدلیل علیه ؟

(٢)ـ لیس فیه دلیل لتفریج القدمین ومرّ معنی "فرّج بین فخذیه" عن بذل المجهود ٢/٨٦

(٣) ــ ذکـر ابـن عـابـدین الشامی فی ردالمحتار الذی هو معتمد الحنفیة : أن السید أبو السعود قال : الصاق کعبیه سنة فی السجود أیضا. (طبع رشیدیه ١/ ٣٦٤) =

تـمـيـم وغـيـره : أنـه يـجمع عقبيه ، و قد نظرت فى كتب الرواية فى المذهب فـلم أرها رواية عن الامام أحمد ، بل ان المرداوى فى الانصاف لم يعرج على كـلـمة ابـن تـميم هذه ، و المقرر فى مذهب الحنابلة هو التفريج بين القدمين الحاقاً لسنة التفريج بين الركبتين و الفخذين .

فما ذكره ابن تميم فرع غريب لم يذكره رواية عن الامام أحمد ، ولم يـذكـر سـلـفـه فيه ، ولا يمكن أن يكون فرعاً مخرّجا فى المذهب ، يبقى أنا لا نـعـلـم من أين أتى به ابـن تـميم وغيره ؟ (۱) والـخـلـف سهل اذ السنة هى الميزان و اليها المآل .

= و نبّـه عليه شيخ مشايخنا العلامة المحقق أنور شاه الكشميرىؒ و قال : أكثر الناس عن هـذا غـافـلـون بـعد ما ذكر عن صحيح ابن حبان حديث عائشة رضى الله عنها . (العرف الشذى على جامع الترمذى ١/ ٦٩ باب ما جاء فى التسبيح فى الركوع والسجود)

و قـال فى اعلاء السنن : و أما سنية الصاق الكعبين فى السجود فيدلّ عليه حديث عائشة . (اعلاء السنن ٣٢/٣) .

وذكرأعظم المفتيين فى الهند الشيخ محمود حسن الكنكوهىؒ: أن الصاق الكعبين فى السـجود مأمور به و الصاق العقبين يُعِين عليه فلا أقل من أن يكون مستحبا. ا ھ بالمعنى (فتاوى محموديه ١٤ / ١٩٨ قديم) و كفى بهم قدوة لنا

(قلت : وكذا ذكره الطحطاوى فى حاشيته على الدر (١/ ٢٢٠) و المفتى الكبير الشيخ عزيز الـرحـمن العثمانى (فتاوى دارالعلوم ديوبند ، رقم الفتوى ٣٧٨ و٣٦٢) و المحدث الكبيرالشيخ مـحمد يوسف البنورى وقال : فليتنبه له فان أكثرهم عنه غافلون (معارف السنن ١٢/٣) . (عتيق)

(١) ــ لعله أخذ من حديث عائشة رضى الله عنها الـمذكور فى صحيح ابن خزيمة و صحيح ابن حبـان وان لـم يـذكـر فـى الـمذهب ، لأن الميزان هو السنة واليها المآل ، وعدم الذكر فى كتـب الـمـذاهب ليس دليل العدم كما هو ظاهرمن ميزانک ، و المفزع فى المسائل الى السنن ، و فيها كفاية عن أقوال الرجال كما تقولون أيضا.

واذا كان ابن تميم وغيره ممن لم يُسمّ (١) قد انفرد بذكر هذا الفرع فى المذاهب الأربعة ، فان امام الائمة ابن خزيمةؒ قد انفرد (٢) فيما اطلعت عليه من المحدثين بالترجمة فى صحيحه ٣٢٨/١ بقوله : باب ضم العقبين فى السجود ، وساق بسنده تحت هذه الترجمة حديث عائشة رضى الله عنها زوج النبى ﷺ قالت : فقدت رسول اللّٰه ﷺ وكان معى على فراشى فوجدته ساجداً راصاً عقبيه مستقبلاً بأطراف أصابعِه القبلةَ ... الحديث .

و من هنا سلک بعض المعاصرين (٣) هذه الرواية فى الحديث الصحيح و قرّرها سنّة عمليّة من سنن السجود ، فاقتضى الحال تحرير النظر فى هذا الحديث ، و فى هذه اللفظة منه : راصاً عقبيه ؟

فأقول : أصل هذا الحديث فى صحيح مسلم (٣٥٢/١) بسنده عن عبيد اللّٰه بن عمر العمرى عن محمد بن يحيى بن حبان عن الأعرج عن أبى هريرةؓ عن عائشةؓ قالت : فقدت رسول اللّٰه ﷺ ليلة من الفراش فالتمسته فوقعت يدى على بطن قدميه وهو فى المسجد و هما منصوبتان و هو يقول : اللهم أعوذ برضاک من سخطک ... الحديث .

و رواه أحمد (٥٨/٦ ، ٢٠١) و أبو داود (٥٤٧/١) و النسائى (١٠٢/١) و الدارقطنى (١٤٣/١) و ابن عبد البر فى التمهيد (٣٤٩/٢٣)

---

(١) ـ لعلهم كثيرون .

(٢) ـ قال البيهقى : باب ما جاء فى ضم العقبين فى السجود . (سنن كبرى ١١٦/٢) فاطلاعک ناقص أو نسيت أو تناسيت .

(٣) ـ لا أدرى من هو ؟ ثم رأيت الألبانى ذكره فى كتابه (صفة صلاة النبى ﷺ) فيمكن أن يكون هو المراد ، وقد سبقه الى التنبيه على هذه السنة علماؤنا الكشميرى و التهانوى و محمود حسن الكنكوهى رحمهم الله ، وكثر اللّٰه أمثالهم وهم السابقون فى الخيرات .

ولـه طريق أخرى عن يحيى بن سعيد الأنصارى عن محمد بن ابراهيم التيمى عن عائشة (رضى الله عنها) قـالت : كنت نائمة الى جنب رسول الله ﷺ ففقدته من الليل فلمسته بيدى فوضعت يدى على قدميه و هو ساجد يقول ... الحديث .

رواه مالك فى المؤطأ (٢١٤/١) ، والترمذى (٤٨٩/٥) ، و النسائى (٢٢٢/٢) ، و الطحاوى فى شرح معانى الآثار (٢٣٤/١) ، و البغوى فى شرح السنة (١٦٦/٥)

هذا مجمل ما صح فى رواية حديث عائشة (رضى الله عنها) ، و هذه اللفظة عند مسلم وغيره : فوقعت يدى على بطن قدميه ، و عند مالك ومن معه : فوضعت يدى على قدميه .

لم يُترجمها أحد فيما أعلم للدلالة على ضم الساجد عقبيه ، وما هذا ـ و الله أعلم ــ الا لأن وقوع اليد أو وضعها على القدمين لا يلزم من ذلك التصاق العقبين وضم القدمين ، والسنة لا تؤخذ بمثل هذا التحمل لا سيما سنة عملية فى أعظم شعائر الاسلام الظاهرة .

بقى لفظ لحديث عائشة و فيه : فوجدته ساجداً راصاً عقبيه ، وهونص فى رص الساجد عقبيه حال السجود ، لكن ما هى درجة هذه اللفظة، وهل هى من طريق من ذكر عند مسلم وغيره أم من طريق أخرى ؟ فأقول: الحديث بهذه اللفظة من طريق أخرى ، أخرجه ابن خزيمة (٦٥٤) ، وترجمه بقوله : باب ضم العقبين فى السجود، ومن طريقه ابن حبان (١٩٣٣) والطحاوى فى شرح معانى الآثار (٢٣٤/١) وفى مشكل الآثار (١١١) ، والحاكم فى المستدرك (٢٢٨/١) ، و البيهقى فى الكبرى (١١٦/٢) ، و ابن عبد البر فى التمهيد

(٣٤٨/٢٣) ، ولم يترجمه واحد(١) ممن ذكر فى محل الشاهد منه هنا .

واسناده عند جميعهم من طريق سعيد بن أبى مريم أخبرنا يحيى بن أيوب حدثنى عمارة بن غزية سمعت أبا النضر سمعت عروة قال قالت عائشة رضى الله عنها فقدت رسول الله ﷺ وكان على فراشى فوجدته ساجداً راصاً عقبيه مستقبلاً بأطراف أصابعِه القبلةَ فسمعته يقول ... الحديث . قال الحاكم بعده: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرّجاه بهذا اللفظ ، لا أعلم أحداً ذكر ضم العقبين فى السجود غير ما فى هذا الحديث . انتهى (٢)

ووافقه الذهبى فى تلخيصه وهذه الموافقة غريبة من الذهبى رحمه الله تعالى، اذ أعلّ أحاديث أخرى بيحيى بن أيوب فى تلخيصه للمستدرک (٣) كما فى (٢٠١/٢ ، ٩٧/٣ ، ٤٤/٤ ، ٢٤٣/٤)

و يحيى بن أيوبؒ وان أخرج له الجماعة الا البخارى استشهاداً ، فان كلمة الحفاظ اختلفت فيه اختلافاً كثيراً بين موَثّق و مجرّح ، و معتدل بأنه يقع فى حديثه غرائب و مناكير فتتقى . (٤)

---

(١)- قد ترجم له البيهقى كما مرّ .

(٢) ــ و هو تصحيح صحيح ، وافقه الحافظ ابن حجر فى تلخيصه حيث صححه كما وافقه الذهبى .

(٣) ـ نعم عنده بعض المناكير و لكن هذا الحديث ليس منها ولذا لم يذكره فى الميزان ، و عادة الذهبى أنه اذا كان راويا عنده مناكير ذكر ما عنده من المناكير و لكن ما ذكر هذا الحديث فى تذكرته ، فعلم ان هذا الحديث ليس بمنكر عنده بل صحيح .

(٤) ــ و انظر أقوال العلماء و الائمة فى الصفحة الآتية فيظهر لک أن الكاتب عدل عن الانصاف ، و كيف رد تصحيح العلماء الكبار لهذا الحديث بتعلل ضعيف .

الكلام على يحيى بن أيوب الغافقى المصرى رحمه الله

توثيقات : قال الذهبى فى الميزان ٣٦٢/٤ : عالم أهل مصر و مفتيهم ، قال ابن عدى : و هو عندى صدوق ، و قال ابن معين : صالح الحديث .

قال الحافظ فى لسان الميزان ٤٣٠٧ : وثقه يحى بن معين ويعقوب بن سفيان ... اھ ولم يذكر جرحاً .

و قال الحافظ فى تهذيب التهذيب : قال ابن معين مرّة : ثقة ومرّة : صالح ، قال أبو داود : هو صالح ، وقال الترمذى عن البخارى : ثقة ، وقال يعقوب بن سفيان : كان ثقة حافظاً و قال ابراهيم الحربى : ثقة ، قال ابن عدى : ولا أرى فى حديثه اذا روى عن ثقة حديثاً منكراً وهوعندى صدوق لا بأس به .(تهذيب التهذيب ١٦٥/١١ حرف الياء٧٨٣٣)

تضعيفات : قال عبد الله بن أحمد عن أبيه : سيء الحفظ ، قال أبو حاتم : محل يحيى الصدق يكتب حديثه ولا يحتج به ، وقال النسائى : ليس به بأس و قال مرة : ليس بالقوى ، قال ابن سعد : منكر الحديث ، و قال الدارقطنى : فى بعض أحاديثه اضطراب ، و قال الاسماعيلى : لا يحتج به ، و قال الساجى صدوق يهم ، و ذكره العقيلى فى الضعفاء ، و حكى عن أحمد أنه أنكر حديثه عن يحيى بن سعيد عن حجر عن عائشة فى القراءة فى الوتر و كذا نقل ابن عدى ثم قال : لا أرى فى حديثه اذا روى عن ثقة حديثاً منكراً و هو عندى صدوق لا بأس به . (تهذيب التهذيب ١٦٥/١١)

وذكر الذهبى منها بعض الجروح و ذكر بعض مناكيره من الأحاديث و لم يذكر هذا الحديث . (ميزان ٣٦٢/٤) ، قال الحافظ فى التقريب (٥٨٨/٢) : صدوق ربما أخطأ .

قال فى الخلاصة (٤٢١) قد احتج به الستة .

فانظر أيها المنصف فى أقوال الموثقين والجارحين واذكر قاعدة الجرح والتعديل : ان الجرح المبهم لا يؤثر فيمن وثق ، ولذا ذكر هذا الحديث ابن خزيمة فى صحيحه وابن حبان فى صحيحه واستدلا بهذا الحديث ، وصححه الحافظ فى التلخيص وقال : فتقييده فى رواية ابن حبان الصحيحة يخصه بالرِّجلين . (تلخيص ٢٥٦/١)

و مـن أعدل ما رأيته في منزلته كلمة الامام أحمد (رحمه الله تعالى) اذ قال كما في الضعفاء للعقيلي ص ٢١١ : و قال أحمد بن محمد : سمعت أبا عبد الله وذكر يحيى بن أيوب المصرى فقال : كان يحدث من حفظه فذكرت له مـن حديثه : يحيى بن أيوب عن عمرة عن عائشة : أن النبي ﷺ كان يقرأ في الوتر ، فقال : هاء ، من يحتمل هذا . انتهى

و الـخـلاصة : أن حديث عائشة رضي الله عنها أصـلـه صحيح في صحيح مسـلـم وغيـره ، و ليـس في لفظه الصحيح عند مسلم و من معه : رصّ العقبين حـال السـجـود ، و لـم يأت لها ذكر في أحاديث الصحابة الطوال المشهورة فـي وصـفهم صلوة النبي ﷺ و قد وصفوا تفتيخ أصابع رجليه نحو القبلة ، و ضـم أصـابع يديه حال سجوده ﷺ (١)

و أن هذه اللفظةَ (رص العقبين و هو ساجد) شاذة ، انفرد باخراجها ابن

= و صححه الحاكم و وافقه الذهبي ، و بوّب البيهقي على هذا الحديث في نفس المسئلة والـذهبـي وابـن حـجـر أعـلـم بيحيى بن أيوب من بكر بن عبد اللّٰه أبي زيد (المنكر لهذه السنة) و الألباني أيضا ذكر هذه السنة في كتابه (صفة صلوة النبي ﷺ ص ٥) : و يرصّ عقبيه ، والتفرد لا يضرّ اذا كان الحديث صحيحاً لأن الزيادة هذه لا تخالف بقية الحديث ، فـانـظـر كيف أنـكـر هذه السنة و قال : ان السنة هو التفريق مع أن التفريق لم يثبت من حديث بل لم يرد فيه حديث و لو كان ضعيفاً فيما أعلم . و اللّٰه تعالى أعلم

و كتبه فضل الرحمن الاعظمي ١١/ رجب ١٤٢٦ - ١٧/ ٨/ ٢٠٠٥

(١) ــــ جـاء هـذا فـي حـديـث وائل بن حجر عند ابن حبان وابن خزيمة و الحاكم . (تلخيص ١/ ٢٥٦) ، فيه عنعنة هشيم كما قال الألباني في هامش ابن خزيمة ٣٢٤ كيف سلمت هذه السنة مع أنه ورد في حديث فيه كلام ؟ وما جاء في غير حديث واحد ، فا عتبر لهـذه المسئلة لتلك المسئلة واللّٰه يهديك .

خزيمة و من أتى من طريقه ابن حبان فمن بعده ، وأن الحال مما ذكر الحاكم فی قوله : لا أعلم أحداً ذكر ضم العقبين فی السجود غير ما فی هذا الحديث . انتهی ، وهذه كلمة استقرائية مفيدة شذوذ هذه اللفظة ونكارتها ، و أن ترجمة ابن خزيمة لهذه الرواية بقوله : (باب ضم العقبين فی السجود) تعنی فقه هذه الرواية التی أسندها مع صرف النظرعن صحتها من عدمها (١) لا أنها صحيحة فی نفس الأمر، و يقع هذا كثيراً فی تراجمه . فتدبر

ومنها ما تقدم قريباً من ترجمته لما أسنده فی ضم الفخذين حال السجود ، وقد تحرر شذوذها ، فكذلك رواية رصّ العقبين هنا .

و أنه لايعرف فی رص الساجد عقبيه آثار عن السلف عن الصحابة رضی الله عنهم فمن بعدهم ، و أنه لم يتم الوقوف علی تفريع لأحد من الفقهاء بمشروعية رصّ العقبين حال السجود سوی كلمة ابن تميم ومن معه ممن لم يُسمّ من الحنابلة ولعلها من شاذ التفقه .

فبقی أن يقال : المشروع للساجد هو تفريج القدمين ، استصحابا للأصل حال القيام فی الصلوة ، قال المرداوی فی الانصاف ٦٩/٢ : فوائد : منها : يستحب أن يفرق بين رجليه حال قيامه ، و قال فی المستوعب : يكره أن

---

(١) ـ الامام ابن خزيمة رحمه الله سمی كتابه هذا :(مختصر المختصر من المسند الصحيح عن النبی ﷺ بنقل العدل عن العدل موصولاً اليه ﷺ من غير قطع فی أثناء الاسناد و لا جرح فی ناقلی الأخبار التی نذكرها بمشيئة الله تعالی اهـ ص٣ ، فكل ما فی هذا الكتاب صحيح عنده ، فهذا الحديث صحيح عنده بلا ريب ولهذا يسمی هذا الكتاب : صحيح ابن خزيمة ، فقولك هذا تعلل فاسد ضعيف لايلتفت اليه ولايؤثر فی قبول الحديث الصحيح الذی قبِله عديدٌ من كبار المحدثين الأعلام الذين عليهم الاعتماد فی القبول و الرد . و كتبه فضل الرحمن الأعظمی آزادول ١١/ رجب ١٤٢٦هـ

يلصق كعبيه . انتهى

تفريق الأعضاء أعضاء السجود ، ومنها التفريق بين الركبتين ، والفخذين، والـقـدمـان تابعان للفخذين ، فتكون السنة فيهما كذلك .

فثبت بهذا أن السنة فى القدمين حال السجود هو التفريق باعتدال على سـمت البدن دون غلو فى التفريج و لاجفاء فى الالصاق وكذلك جعلناكم أمة وسـطـا . والله تعالى بأحكامه أعلم .

☆ ☆

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(ضم العقبین فی السجدة)

سجدہ کی حالت میں ایڑیوں کو ملانا

سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہئے کہ ائمہ احناف (امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ) سے سجدہ میں ضم العقبین کا مسئلہ منقول نہیں نہ اثباتا نہ نفیا، لہذا ضم العقبین کو خلافِ مذہب کہنا صحیح نہیں ورنہ ترک الضم کو بھی خلاف مذہب کہنا صحیح ہوگا کیونکہ صاحبِ مذہب سے منقول نہیں، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ان دونوں باتوں میں فرق نہیں کرتے : **لیست الاشارة فی ظاهر المذهب** اور **ظاهر المذهب أنها لیست ، و مفاسد الجهل و التعصب أكثر من أن تحصى . اهـ**
(حجۃ اللہ البالغہ ۲/۱۱ (یا ۲۹) و معارف السنن ۳/۱۰۲)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں : **ما صح فیه الخبر بلا معارض فهو مذهب المجتهد وان لم ینص علیه .** (شامی ۱/۳۸۵ باب الأذان)

ضم العقبین کی نفی کرنے والے چند علماء :

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے السعایہ ۲/۱۸۱ میں الصاقِ کعبین کے ضمن میں اس کی بھی نفی کی ہے، اور حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے احسن الفتاوی ۳/۳۷ و ۴۹ میں اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے بھی امداد الأحکام ۱/۴۷۸ و ۸۰۸ میں نفی کی ہے .

۱۔ سعایہ کا مقام کیا ہے؟ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ فرماتے ہیں: سعایہ میں اس کا التزام نہیں کہ قولِ راجح کو ہی نقل کیا جائے، اس کا بھی اہتمام نہیں کہ اقوالِ مختلفہ کو نقل کر کے قولِ راجح کو ترجیح دی جائے اسلئے کہ وہ فتوی کی کتاب نہیں ہے، شرح وقایہ کی شرح شروع کی تھی مگر اس میں بسط بہت کیا گیا، صاحبِ سعایہ میں بعض جگہ شانِ اجتہاد بھی معلوم ہوتی ہے حتی کہ فقہ کے متونِ مسلمہ کے خلاف بھی اپنی ذاتی تحقیق کی بناء پر لکھ جاتے ہیں....الخ پھر کچھ مثالیں پیش کیں (فتاوی محمودیہ ۵/۶۲۷ یا ۹/۳۳۶ طبع جدید)

۲۔ حضرت مفتی رشید احمدؒ کے دلائل کے جوابات حضرت والد ماجد مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے تحریر فرمائے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ احادیث نہ آپس میں متعارض ہیں نہ مذہب کے خلاف ہیں .

۳۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب اعلاء السنن میں حدیث و فقہ سے اسکی سنیت کو ثابت کیا ہے لہذا اس کو ترجیح ہونی چاہئے کیونکہ یہ کتاب زیادہ معروف ومقبول ہے اور مسئلہ کو مدلل با حوالہ بیان کیا ہے .

امداالأحکام میں امام طحاویؒ کی ایک عبارت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں اعضاء کو سجدہ میں الگ رکھنے کا ذکر ہے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس میں ہاتھ کو زمین سے اور بازو کو پہلو سے اور پیٹ کو ران سے جدا رکھنا مراد ہے چنانچہ اسکے بعد جتنی احادیث امام طحاویؒ نے ذکر کی ہیں سب میں اسی کا ذکر ہے اور شروح میں بھی یہی مذکور ہے من شاء فالیراجع .

حال ہی میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فتاوی ''باقیات فتاوی رشیدیہ'' کے نام سے طبع ہوئے ہیں اس میں بھی الصاق کی نفی کی ہے، فرماتے ہیں: الصاق کعبین رکوع وسجود میں جیسا درمختار میں ہے کسی کتاب حدیث سے اس کا نشان نہیں ملتا........الخ (ص ۱۷۱)

جواب : اولا تو اس میں الصاق کعبین کی نفی ہے نہ کہ ضم عقبین کی .

ثانیاً اگر ضم عقبین کی نفی بھی مان لی جائے تو حضرتؒ کا جواب حدیث کے عدم وجود پر مبنی ہے جیسا کہ جواب میں اس کی صراحت ہے، اور غالباً حضرت گنگوہیؒ کے زمانہ میں صحیح ابن خزیمہ اور سنن بیہقی مفقود تھی، اس کی دلیل حضرت مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کا یہ قصہ ہے:

حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں: جب کوئی نئی کتاب آتی تو والد صاحب اسے چند روز اپنے قریب رکھتے تھے اور خواہ کتنی مصروفیات میں الجھے ہوئے ہوں اسکے معتد بہ مطالعہ کیلئے ضرور وقت نکال لیتے تھے، آخر عمر میں ''صحیح ابن خزیمہ کی پہلی جلد شائع ہوئی اور میں نے اجازت لے کر مدرسہ کیلئے منگوائی، جب میں اسے لیکر والد صاحب کے پاس گیا تو والد صاحب کو خوشی تو بہت ہوئی کہ وہ کتاب نگاہوں کے سامنے تھی جو صدیوں سے نایاب چلی آرہی تھی، لیکن ساتھ ہی آپ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا کہ یہ نعمت اس وقت میسر آئی ہے جب بینائی جواب دینے لگی ہے، اور پھر واقعہ سنایا کہ حضرت گنگوہیؒ کے پاس سنن بیہقی کا نسخہ اس وقت پہنچا تھا جب حضرت کی بینائی جاتی رہی تھی، چنانچہ حضرتؒ نے اس کا کچھ حصہ تو پڑھوا کر سنا اور باقی کتاب پر ہاتھ پھیر پھیر کر اپنے ذوق کی تسکین فرمائی، میں بھی اس وقت حضرت گنگوہیؒ کے اس عمل کی تقلید کے سوا کچھ نہیں کرسکتا.

البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۲۶۷ (متاع وقت اور کاروان علم ص ۲۷۵)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کا شامی کی اس بات کا انکار صرف حدیث نہ ملنے کی بنیاد پر تھا، اگر حدیث سامنے ہوتی تو انکار نہ فرماتے. واللہ اعلم

شیخ ابوزید بکر بن عبداللہ نے بھی البانی کی تردید کرتے ہوئے نفی کی ہے اور حدیث کو ضعیف قرار دینے کی لاحاصل سعی کی ہے اور ان کی اتباع میں فتاوی دار العلوم زکریا میں بھی کی گئی ہے، اسکے جواب کیلئے دیکھئے والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمٰن اعظمی مدظلہ کا مقالہ، اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ حدیث نہ ضعیف ہے نہ دیگر احادیث سے متعارض.

ضم العقبین کے قائلین :

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے:

فقدتُ رسولَ اللّٰہ ﷺ وکانَ معی علی فراشی فوجدتُه ساجداً راصاً عقبیه مستقبلاً بأطراف أصابعه القبلةَ ... الحدیث. رواه ابن حبان (فی صحیحه ۱۹۷/) باسناد صحیح. (التلخیص الحبیر ۹۸/۱ (اعلاء السنن ۳ / ۳۰) ، (وکذا فی صحیح ابن خزیمة ۳۲۸/۱) وقال فی الحاشیة: اسناده صحیح ، والسنن الکبری للبیهقی ۳ /۱۱٦ ، (والتلخیص فی نسختنا ۱ / ۲۵٦)

۲۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تقریر ترمذی شریف میں ہے:

وفی صحیح ابن حبان عن عائشةؓ: الرصّ بین العقبین فی السجدةِ ، أی ضمهما وأکثر الناس عن هذا غافلون. (العرف الشذی مع الترمذی ص ٦۹ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

۳۔ آپکے شاگرد رشید علامہ محمد یوسف بنوریؒ بھی فرماتے ہیں:

ثم انه ثبت فی حدیث عائشةؓ عند ابن حبان کما فی التلخیص الحبیر (ص ۹۸) ، **وفیه: فوجدته ساجداً راصا عقبیه مستقبلاً بأطرافِ أصابعِه القبلة ، فلیتنبه له فان أکثرهم عنه غافلون.** (معارف السنن ۱۰۰/۳ : ما جاء فی التسبیح فی الرکوع و السجود)

۴۔ مولانا ظفر احمد تھانویؒ اعلاء السنن (۳۲/۳) میں تحریر فرماتے ہیں:

وأما سنیة الصاق الکعبین فی السجود فیدل علیه حدیث عائشةؓ ، وفیه: فوجدته ساجداً راصاً عقبیه أی ملصقاً أحدهما بالآخر .اھ پھر شامی سے اسکی سنیت کو نقل کیا.

۵۔ علامہ احمد طحطاویؒ نے اسکو مفتی ابوالسعود سے نقل کیا ہے. دیکھئے طحطاوی علی الدر ۱/۲۲۰

۶۔ اور علامہ شامیؒ نے انہی طحطاوی کے حوالہ سے سید ابوالسعود کا قول نقل کیا ہے :

”والصاق کعبیہ فی السجود سنۃٌ“ (ردالمحتار ۱/۵۱۵)، ردالمحتار ۱/۳۶۴ رشیدیہ : ” (ویُسنّ أن یلصق کعبیہ) قال السید أبوالسعود : وکذا فی السجود أیضا“.

۷۔ نیز حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ نے بھی فتاوی دار العلوم (ص۲/۲۱۱ یا ۱۵۳ فتوی نمبر ۳۷۸) میں لکھا ہے: دونوں پاؤں کے ٹخنے ملانا رکوع اور سجدہ میں کتب فقہ میں مسنون لکھا ہے . الخ

دوسری جگہ فرماتے ہیں: اور تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رکوع اور سجود میں الصاق کعبین حقیقتا متعذر رہے یا بہت تکلف اور دقت سے ہوتا ہے، ایڑیوں کو تو ملایا جاسکتا ہے مگر تجربہ سے معلوم ہوتا کہ ایڑیوں کے ملانے سے کعبین نہیں ملتے....الخ (۲/۱۴۸ یا ۲۰۳ فتوی نمبر ۳۶۲)

۸۔ فتاوی محمودیہ (۱۴/۱۹۸) میں بھی ایڑیوں کے ملانے کو کم از کم مستحب بتایا ہے اور لکھا ہے کہ پنجوں میں کچھ فصل ہوگا اھ ۔

اور اگر مفتی ابوالسعود اور البانی کو بھی شمار کیا جائے تو کل دس (۱۰) ہو جاتے ہیں.

تِلكَ عَشرةٌ كاملةٌ

ان اکابر علماء و مفتیان کرام کے اقوال سامنے آنے کے بعد اسکو خلاف مذہب یا خروج عن المذہب کہنا کسی طرح انصاف پسندی کی بات نہیں ہوسکتی .

و اللّٰهُ على ما نَقولُ وكِيل و الحَمد للّٰه أوّلاً و آخراً